Al-Falah Islamic Foundation
Estd : 2008

قربانی

محض سنت نہیں، واجب ہے



تصنیف

مولانا ندیم احمد انصاری حفظہ اللہ
ڈائریکٹر الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا

تصدیق

حضرت مولانا مفتی محمود عالم مظاہری مدظلہ
(مفتی مظاہر علوم وقف، سہارنپور)

ناشر
الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن انڈیا

قربانی

محض سنت نہیں، واجب ہے

تصنیف

مولانا ندیم احمد انصاری حفظہ اللہ

ڈائریکٹر الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا

ناشر

الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا

فہرستِ مضامین

تصدیق

حضرت مولانا مفتی محمود عالم صاحب مظاہری مدظلہ

استاذ و مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور (وقف)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بندہ نے مولانا ندیم احمد انصاری صاحب زید مجدہ کے رسالہ ’’قربانی محض سنت نہیں، واجب ہے‘‘ کو مکمل دیکھا۔ دیکھ کر غیر معمولی خوشی ہوئی۔ ماشاء اللہ زیر بحث مسئلہ کو حوالہ جات کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے۔ ’’جانبِ مخالف‘‘ سے کیے جانے والے اعتراضات کا گویا مدلّل جواب ہے، جس کے لیے یقیناً مولانا موصوف نے بڑی عرق ریزی کی ہوگی۔ موصوف علم کا بہت ذوق رکھتے ہیں۔ مذکورہ رسالہ ان کے علم دوست ہونے کی علامت ہے۔

اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کے علم و عمل میں برکت دے اور اس رسالے کو لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائے اور موصوف کی ان کاوشوں کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ آمین*

العبد محمود عالم

۱۴۳۵/۱/۲ھ

خادم افتاء مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

---

*نوٹ: یہ تحریر حضرت موصوف نے بندے کے دو رسالے ’قربانی محض سنت نہیں، واجب ہے‘ اور ’ایام قربانی کی صحیح تعداد‘ کے لیے یکجا ارسال فرمائی تھی، یہاں اس کو الگ الگ پیش کیا گیا ہے۔

تقریظ

حضرت مولانا مفتی عبید اللہ صاحب الاسعدی مدظلہٗ

شیخ الحدیث جامعہ عربیہ ہتھورا، باندہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محترمی زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے حسن ظن کی بنیاد پر اپنی بعض کاوشیں ارسال کیں۔ ماشاء اللہ وجزاک اللہ......اچھی محنت اور فکر وسعی ہے، حق تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

آپ نے آج کے جس پس منظر کو سامنے رکھ کر کام شروع کیا ہے، یہ بہت مبارک ہے، حق تعالیٰ قبول فرمائے اور ترقی دے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرما کر مزید سے مزید توفیق سے نوازے۔ آمین

محمد عبید اللہ الاسعدی عفا اللہ عنہ

جامعہ عربیہ ہتھورا، باندہ

۲۳/ ۱۲/ ۱۴۳۴ھ

۲۹/ ۱۰/ ۲۰۱۳ء

دعائیہ کلمات

حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ

شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، گجرات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ وعافاہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے اپنے زیرطبع رسالہ ''قربانی محض سنت نہیں، واجب ہے'' کے مسودے کی زیروکس کاپی ارسال فرمائی۔ ساتھ ہی اس کے مطالعہ کے بعد جامعہ مظاہرالعلوم وقف کے نائب مفتی، مولانا مفتی محمود عالم صاحب زید مجدہم کی تحریر فرمودہ تصدیق بھی ارسال فرمائی ہے، جس میں انھوں نے اس رسالہ پر مکمل اطمینان کا اظہار فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اس رسالے کو حسن قبول عطا فرما کر پڑھنے والوں کو اس سے زیادہ مستفیض فرمائیں اور آپ کے حق میں صدقۂ جاریہ بنائے، دل سے دعا کرتا ہوں۔ فقط والسلام *

املاہ احمد خانپوری

* نوٹ: یہ تحریر حضرت موصوف نے بندے کے دو رسالے 'قربانی محض سنت نہیں، واجب ہے' اور 'ایام قربانی کی صحیح تعداد' کے لیے یکجا ارسال فرمائی تھی، یہاں اس کو الگ الگ پیش کیا گیا ہے۔

عرضِ مؤلف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمدللہ و کفیٰ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، اما بعد!

اللہ سبحانہ وتعالیٰ؛ جو کہ خالقِ کائنات ہے، اس نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے سر پر شرف و بزرگی کا تاج رکھا۔ پھر چند امتحانات میں کامیابی حاصل کر کے سرخ رو ہونے کے لیے، اس دنیا میں بھیجا۔ اب جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حکم و اشارہ پا کر ''قربانی'' پیش کر دے گا، وہ سرخ رو ہوگا اور جو باوجود واضح دلائل کے حکم کی تعمیل میں چوں و چرا کرے گا، وہ راندۂ درگاہ ہوگا۔

''قربانی'' رسول اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ دائمہ ہے، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد ہر سال قربانی کی۔(1) اور امت کو بھی اس کی تعلیم و ترغیب دی۔(2) یہی نہیں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود استطاعت کے قربانی نہ کرنے والے سے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔(3) اسی کے پیشِ نظر علماءِ محققین نے قربانی کرنے کو امت پر واجب قرار دیا۔(4) لیکن امت کا وہ طبقہ جو کہ نہیں چاہتا کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کر کے اس کی رضا مندی حاصل کریں، اس لیے وہ ہر دم اس مبارک عمل کا ''استخفاف'' ثابت کرنے کی کوششوں

---

(1) الترمذی: ۱۵۰۷　(2) البخاری: ۵۵۴۵، مسلم: ۱۹۶۱

(3) سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۳　(4) فتاوی سراجیہ: ۳۸۳

میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے۔

رسالہ ہٰذا ''قربانی محض سنت نہیں، واجب ہے'' اسی لیے تالیف کیا گیا کہ جو لوگ اس مبارک عمل کو معمولی سمجھ کر ترک کر دیتے ہیں، انھیں اس کی اہمیت اور اس کے اصل حکم سے آگاہی ہو۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس مختصر سی علمی و دینی کاوش کو محض اپنے فضل وکرم سے قبول فرمائے اور امت کی اصلاح کا اور مؤلف کے لیے نجات کا ذریعہ بنائے۔

آمین یارب العالمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین

ندیم احمد انصاری عفا اللہ عنہ

خادم الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا

ومدرسہ نورِ محمدی، ممبئی

۷/ ذی قعدہ، ۱۴۳۴ھ الموافق ۱۴/ ستمبر، ۲۰۱۳ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عید الاضحیٰ کا پس منظر

۱۰/ ذی الحجہ وہ مبارک تاریخی دن ہے، جس میں امتِ مسلمہ کے موسس ومورثِ اعلیٰ سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی دانست میں، اللہ تعالیٰ کا حکم واشارہ پا کر، اپنے لختِ جگر سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو، ان کی رضامندی سے قربانی کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کر کے اوران کے گلے پر چھری رکھ کر، اپنی سچی وفاداری اور کامل تسلیم ورضا کا ثبوت دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے عشق ومحبت اور قربانی کے اس امتحان میں، ان کو کامیاب قرار دے کر، حضرت اسماعیل علیہ السلام کو زندہ وسلامت رکھ کر، ان کی جگہ ایک جانور کی قربانی قبول فرمالی تھی، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سر پر ''امامت'' کا تاج رکھ دیا، اوران کی اس نقل کو قیامت تک کے لیے ''رسمِ عاشقی'' قرار دے دیا، پس اِس دن کو اُس عظیم تاریخی واقعہ کی حیثیت سے تہوار قرار دے دیا گیا، چونکہ امتِ مسلمہ ملتِ ابراہیمی کی وارث اور اسوۂ خلیلی کی نمائندہ ہے۔

اس موقعہ پر یعنی ۱۰/ ذی الحجہ میں پورے عالمِ اسلامی کا حج میں اجتماع اور اس کے مناسک حج میں قربانی وغیرہ اس واقعہ کی گویا اصل واول درجے کی یادگار ہیں اور ہر اسلامی شہر اور بستی میں عید الاضحیٰ کی تقریبات: نماز وقربانی وغیرہ اس کی گویا نقل اور

دوم درجے کی یادگار ہیں۔ انہیں وجوہات کی بنا پر اس دن کو 'یوم العید' یعنی عید کا دن کہتے ہیں۔(1)

قربانی کے معنی

علامہ راغب اصفہانیؒ فرماتے ہیں:

والقربان ما یتقرب به الی الله وصا رفی التعارف اسماً للنسیکة هی الذبیحة، وجمعه قرابین.(2)

'القربان' کے معنی ہیں "ہر وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ کی قرب جوئی کی جائے اور عرف میں قربان بمعنی 'نسیکة' یعنی 'ذبیحۃ' کے آتا ہے'، اس کی جمع "قرابین" ہے۔ اسی سے قربانی بنا ہے۔

اُضحیہ کے معنی

قربانی کو عربی میں اصطلاحاً 'اُضحیة' کہتے ہیں۔

قال الجرجانی: الأضحیة إسم لما یذبح فی أیام النحر بنیة القربة إلی الله تعالیٰ.(3)

اضحیہ کا لفظ قدرے اختلاف کے ساتھ چار طرح نقل کیا گیا ہے:

فیها اربع لغات، اضحیة و اضحیة بضم الهمزة و کسرها و جمعهما اضاحی بتشدید الیاء و تخفیفها و اللغة الثالثة ضحیة و جمعها ضحایا و الرابعة اضحاة بفتح الهمزة و الجمع اضحی کارطاة و ارطی و بها سمی یوم الاضحی.(4)

(۱) اُضحیہ (۲) اِضحیہ؛ ان کی جمع اضاحی ہے۔(۳) ضحیہ؛ اس کی جمع ضحایا ہے

---

(1) ملخصاً معارف الحدیث: ۳۹۶-۳۹۷/۳ (2) معجم مفردات الفاظ القرآن: ۴۴۶

(3) کتاب التعریفات: ۳۵

(4) شرح مسلم للنووی: ۱۵۳/۲ مع مسلم، المجموع شرح المهذب: ۱۸۸۸/۲

اور (۴) اضحاۃ: اس کی جمع اضحیٰ ہے۔ اسی لیے بقرعید کو 'یوم الاضحیٰ' کہا جاتا ہے۔
فتاوی عالمگیری میں ہے:
وهي في الشرع اسم لحيوان مخصوص بسن مخصوص يذبح بنية القربة في يوم مخصوص عند وجود شرائطها وسببها. (1)
شرعاً اُضحیہ اس مخصوص جانور کو کہتے ہیں، جسے قربت کی نیت سے مخصوص زمانہ میں مخصوص عمر کے ساتھ، مخصوص اسباب وشرائط کی بنا پر ذبح کیا جاتا ہے۔

قربانی کا وجود سابقہ امتوں میں

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:
{ وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ } (2)
ہم نے ہر امت کے لیے قربانی مقرر کی ہے تا کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے عطا کیے ہوئے مویشیوں پر اس کا نام بلند کریں۔
لفظ 'منسک' اور 'نسک' عربی زبان کے اعتبار سے کئی معنی میں بولا جاتا ہے۔ ایک معنی جانور کی قربانی، دوسرے معنی تمام افعالِ حج کے اور تیسرے معنی مطلقاً عبادت کے ہیں۔ قرآنِ کریم میں مختلف مواقع پر یہ لفظ ان تین معنی میں استعمال ہوا ہے۔
ائمہ تفسیر میں سے مجاہدؒ وغیرہ نے سورۂ حج کی اس آیت میں اس لفظ کو قربانی کے معنی میں لیا ہے۔ اس پر آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ قربانی کا حکم جو اس امت کے لوگوں کو دیا گیا ہے، کوئی نیا حکم نہیں، پچھلی سب امتوں کے بھی ذمہ قربانی کی عبادت لگائی گئی تھی اور قتادہؒ نے دوسرے معنی میں لیا ہے۔ جس پر مراد آیت کی یہ ہوگی کہ افعالِ حج جیسے اس امت پر عائد کیے گے ہیں، پچھلی امتوں پر بھی حج فرض کیا گیا تھا۔ ابن عرفہؒ نے

(1) هندية: ۵/۲۹۱ (2) سورة الحج: ۳۴

تیسرے معنی لیے ہیں۔ اس اعتبار سے مراد آیت کی یہ ہوگی کہ ہم نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت گزاری سب پچھلی امتوں پر فرض کی تھی۔ طریقۂ عبادت میں کچھ کچھ فرق سب امتوں میں رہا ہے، مگر اصل عبادت سب میں مشترک رہی ہے۔(1)

قربانی کی روح

اللہ تعالیٰ {لن ینال اللہ الخ} یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس نہ اس (قربانی) کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان (جانوروں) کا خون، لیکن اس کے پاس تمھارا تقویٰ پہنچتا ہے‘‘۔۔۔میں فرماتے ہیں کہ اس کی روح یعنی تقویٰ خاص کی تعظیم شعار ہے، اس کی بہت حفاظت کرو اور سمجھو کہ ذبح بالذات مقصود نہیں۔ دیکھو وہاں نہ خون پہنچتا ہے، نہ گوشت، جو چیز مقصود ہے، وہ البتہ پہنچتی ہے یعنی تقویٰ۔ چنانچہ اگر گوشت وخون مقصود ہوتا تو سارا جانور اٹھ کر چلا جایا کرتا، پس صرف ذبح کو مقصود مت سمجھو، اللہ تعالیٰ کے یہاں تقویٰ پہنچتا ہے، اس کو دیکھو کہ (وہ) اس ذبح کے ساتھ تقویٰ بھی شامل ہے یا نہیں۔(2)

قربانی کا حکم

قربانی ہر اس مسلمان، عاقل، بالغ، مقیم، مرد وعورت پر واجب ہے، جس کی مِلک میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا اتنی قیمت کا مال، اس کی حاجتِ اصلیہ سے زائد موجود ہو، خواہ یہ مال سونا چاندی اور زیوارت کی شکل میں ہو یا مالِ تجارت یا ضرورت سے زائد گھریلو سامان۔۔۔ یا اس مکان کے علاوہ کوئی مکان یا پلاٹ وغیرہ کی شکل میں۔۔۔جس میں یہ رہتا ہے۔

وشرائطها: الاسلام، والاقامة، واليسار الذی يتعلق وجوب صدقة

---

(1) معارف القرآن: ۶/۲۶۶　(2) اشرف التفاسير: ۵۷-۶۷/۳ بتغير

الفطر۔ (الدر المختار) بأن ملک مائتی درھم، أو عرضاً یساویھا غیر مسکنة وثیاب اللبس، ومتاع یحتاجه الخ۔(1)

وفی السراجیة: الضحیةواجبة(وعلیه الفتویٰ)(2)

وفی الخانیة: الأضحیةواجبةفی ظاھر الروایةالخ.(3)

وقال ربیعة ومالک الثوری والاوزاعی واللیث وابوحنیفة: ھی واجبة.(4)

وفی الخلاصة: فی نسخةالامام السرخسی علیہ الرحمۃ: الاضحیةواجبةوذکر الطحاوی علیہ الرحمۃ ان ھذاقول ابی حنیفة علیہ الرحمۃ.(5)

وفی الھدایة: (الاضحیة واجبة علی کل حر مسلم الخ) أما الوجوب فقول أبی حنیفة ومحمد وزفر والحسن وإحدی الروایتین عن أبی یوسف رحمھم اللہ تعالیٰ الخ.(6)

ودلیل الوجوب قوله صلی اللہ علیه وسلم: ”من وجد سعة ولم یضح فلا یقربن مصلانا“۔ ومثل ھذا الوعید لا یلحق بترک غیر الواجب، ولأنه علیه الصلاة والسلام أمر بإعادتھا من قوله: ”من ضحی قبل الصلاة فلیعد الاضحیة“.(7)

خیال رہے کہ قربانی صاحب نصاب پر زکوٰۃ کی طرح ہر سال واجب ہوتی ہے، لیکن اس میں زکوٰۃ کی طرح نصاب پر سال گزرنا ضروری نہیں۔(8)

---

(1)الدر المختار: ۹/۳۷۹دار الکتاب (2)ص: ۳۸۳

(3)۳/۳۴۴علی الھندیة (4)المغنی ۲/۲۳۹۶

(5)خلاصه الفتاویٰ: ۴/۳۰۹

(6)ھدایة: ۴/۴۰۳وانظر تبیین الحقائق: ۶/۴۷۳، ھندیة: ۵/۲۵۲، بدائع الصنائع: ۳۴/۱۹۵، العبادات فی الاسلام: ۷/۳۱۹۱ (7)البحر الرائق: ۸/۳۱۸

(8)شامی: ۹/۳۷۹

نیز ٹی وی، وی سی آر جیسی خرافات، کپڑوں کے تین جوڑوں سے زائد لباس اور وہ تمام اشیاء جو محض زیب وزینت یا نمود ونمائش کے لیے گھروں میں رکھی رہتی ہیں اور سال بھر میں ایک مرتبہ بھی استعمال نہیں ہوتیں......زائد از ضرورت ہیں، اس لیے ان سب کی قیمت بھی حساب میں لگائی جائے گی۔(1)

بریلوی مکتبۂ فکر کے علماء بھی قربانی کے وجوب کے قائل ہیں، ان کی معتبر ترین کتاب بہارِ شریعت (۳/ ۶۸۵) اور قانونِ شریعت (۱/ ۲۳۵) پر اسی طرح مذکور ہے۔

قربانی کا واضح ثبوت

سورۂ کوثر میں ارشادِ ربانی ہے:

{ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴿۲﴾ } (2)

پس اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

مفسرین کے اقوال

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے مختلف اقوال درج ذیل کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

تفسیر نسفی میں ہے:

پس تم اپنے رب کی عبادت کرو جس نے وہ (کوثر) عطا کر کے آپ کو معزز بنا دیا اور عظمت عطا فرمائی اور مخلوقات کے احسانات سے محفوظ رکھا۔ اپنی قوم کے برخلاف آپ اپنے رب کی عبادت کریں، وہ قوم جو غیر اللہ کی عبادت میں مشغول ومصروف ہے اور اللہ ہی کی خاطر قربانی کریں اور اس کے نام کے ساتھ ذبح کریں، برخلاف بت پرستوں کے، جو کہ بتوں کے نام کی قربانیاں دیتے ہیں۔(3)

---

(1) احسن الفتاویٰ: ۷/۵۰۸ (2) سورۃ الکوثر: ۲

(3) مدارک التنزیل: ۳/۱۱۶۶

تفسیر مظہری میں ہے:

عکرمہ، عطا اور قتادہ رحمہم اللہ نے {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝٢} کی تفسیر میں کہا ہے کہ "نحر" کے دن عید کی نماز پڑھو اور اپنی قربانی ذبح کرو۔ اس تفسیر پر عید الاضحیٰ کی نماز اور قربانی واجب ہوگی۔ سعید بن جبیرؒ نے اس طرح تشریح کی ہے کہ مزدلفہ میں فرض نماز پڑھو اور منیٰ میں قربانی کرو۔(1)

کذافی روح المعانی:

{فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ} واستدل به علی وجوب تقديم الصلاة علی التضحية وليس بشئ، واخرج عبد الرزاق وغيره عن مجاهد، وعطاء، وعكرمة، المراد صلاة الصبح بمزدلفة والنحر بمنى، والاكثرون على ان المراد بالنحر نحر الأضاحى، واستدل به بعضهم على وجوب الأضحية لمكان الأمر مع قوله تعالیٰ: {فاتبعوه}(2)

وفي أحكام القرآن:

قال ابوبكر: وهذا التأويل يتضمن معنين: أحدهما: إيجاب صلاة الأضحى، والثاني: وجوب الأضحية، وقد ذكرناه فيما سلف۔(3)

علامہ عماد الدین ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

والصحيح القول الاول، ان المراد بالنحر ذبح المناسک، ولهذا كان رسول الله ﷺ يصلى العيد ثم ينحر نسكه.(4)

صحیح قول یہ ہے کہ یہاں نحر سے مراد قربانی کرنا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ

---

(1): ۱۲/۳۵۹، جلالین: ۵۰۷

(2) سورۃ الانعام: ۱۵۳-۱۵۵، روح المعانی: ۱۶/۴۴۳، وانظر الدر المنثور: ۶/۶۸۹، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ۲۰/۱۵۷

(3) أحكام القرآن للجصاص: ۳/۷۱۹

(4) تفسیر ابن کثیر: ۸/۴۸۷ امکمل و کمافی التفسیر المنیر: ۱۵/۸۳۳

علیہ وسلم نمازِ عید سے فارغ ہوکر اپنی قربانی ذبح کرتے تھے۔

خلاصہ یہ کہ اس آیت میں وانحر کے معنی ''قربانی'' ہونا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عطاؒ، مجاہدؒ اور حسن بصریؒ وغیرہ سے مستند روایات میں ثابت ہے۔(1)

قربانی کا وجوب قرآن کریم سے

علامہ کاسانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ولذا قوله عز وجل: {فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ} قیل فی التفسیر: صل صلاة العید وانحر البدن بعدها، وقیل صل صلاة الصبح بجمع وانحر بمنی ومطلق الأمر للوجوب فی حق العمل ومتی وجب علی علیه الصلاة والسلام یجب علی الأمة لأنه قدوة للأمة۔(2)

اس آیت میں وانحر فعل امر ہے اور مطلق امر عمل کے حق میں وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قربانی واجب ہوئی تو امت پر بھی واجب ہوگی، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات امت کے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔

نیز علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

والاکثرون علی أن المراد بالنحر نحر الأضاحی واستدل به بعضهم علی وجوب الأضحیة لمکان الأمر مع قوله تعالیٰ: {فاتبعوه} (سورة الانعام: ۱۵۳-۱۵۵)(3)

اکثر حضراتِ مفسرین نے نحر سے مراد ''قربانی کے جانور کو ذبح کرنا'' لیا ہے، اور اس سے بعض مفسرین نے قربانی کے وجوب پر استدلال کیا ہے۔

اس آیت سے جن لوگوں نے ''نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا'' ثابت کرنے کی

---

(1) معارف القرآن: ۸/۸۳۰، گلدستۂ تفاسیر: ۷/۲۲۲، انوار البیان: ۷/۷۰۷

(2) بدائع الصنائع: ۴/۱۹۳　　(3) روح المعانی: ۳۰/۴۴۳

کوشش کی ہے، اس کا مکمل حال ہماری تالیف ''نماز میں ہاتھ باندھنے کی صحیح جگہ'' میں مدلل و مفصل دیکھا جا سکتا ہے۔

قربانی کا وجوب احادیث مبارکہ سے

مذکورہ بالا آیات اور ان سے متعلق تفسیری اقوال کی روشنی میں ہی قربانی کرنا واجب قرار دیا گیا ہے، اس سے متعلق بہت سی احادیث بھی وارد ہوئی ہیں، یہاں چند کا ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) ترمذی میں روایت ہے:

أن رجلاً سأل ابن عمر عن الأضحية أو واجبة هي؟ فقال: ضحى رسول الله ﷺ والمسلمون، فأعادها عليه، فقال: ''أتعقل ضحى رسول الله ﷺ والمسلمون''۔ قال ابو عیسیٰ: هذا حديث حسن صحيح۔(1)

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا: کیا قربانی واجب ہے؟ آپؓ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں نے کی ہے۔ اس نے پھر سوال کیا: یہ واجب ہے یا نہیں؟ آپؓ نے جواباً ارشاد فرمایا: تو سمجھتا نہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں نے بھی قربانی کی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

مطلب آپؓ کا یہ تھا کہ تم اس بحث میں مت پڑو کہ اصطلاحاً قربانی واجب ہے یا سنت یا فرض۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قربانی کی ہے اور مسلمانوں نے بھی قربانی کی ہے، تمھیں بھی کرنی چاہیے۔(2)

غرض آپؓ نے قربانی پر لفظ 'واجب' کے اطلاق سے احتراز کیا، کیوں کہ دورِ اول میں واجب بمعنی فرض استعمال کیا جاتا تھا اور قربانی کی فرضیت کا کوئی بھی قائل نہیں،

(1) سنن الترمذی: ۱۵۰۶　　(2) درسِ ترمذی: ۱۶۰/۲

البتہ ابن عمرؓ نے اس کے تاکیدی حکم ہونے کی طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبتِ تامہ کے ساتھ قربانی کی ہے اور صحابہؓ کا بھی یہی معمول تھا، اس لیے قربانی کا ترک کرنا بھی جائز نہیں۔(1)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک طرح سے واجب ہونے کی علامت بتادی کہ میں اگر اس کو واجب کہہ دوں تو تم واجب اور فرض میں فرق نہیں سمجھوگے، بلکہ اس کو فرض ہی سمجھ لوگے۔ اس لیے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قربانی کی ہے اور مسلمانوں نے بھی کی ہے، اس لیے تمہیں بھی کرنی چاہیے۔ گویا کہ ایک طرح سے قربانی کو واجب ہی کہہ دیا۔ لہٰذا یہ حدیث اس بارے میں حنفیہ کی دلیل ہے کہ قربانی واجب ہے۔(2)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے جواب سے یہ بھی ظاہر ہے کہ آپؓ نے وجوب پر رہنمائی کا ارادہ فرمایا، اس لیے کہ سائل نے وجوب ہی کے بارے میں سوال کیا تھا، اگر قربانی واجب نہ ہوتی تو آپؓ وجوب کی نفی فرمادیتے، لیکن بجائے نفی کے آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی عمل پر پابندی کا ذکر فرمایا اور یہ وجوب پر واضح دلالت کرتا ہے۔ رہا یہ مسئلہ کہ آپؓ نے صراحتاً وجوب کے متعلق کیوں نہیں فرمایا، تو وہ اس لیے تاکہ کسی کا گمان فرضیت کی طرف نہ جائے۔

وظاهر جواب ابن عمر رضي الله عنهما أنه أراد الدلالة على الوجوب، لأن السائل إنما سأله الوجوب، فلو كانت الأضحية غير واجبة لنفى الوجوب صراحة، ولكنه ذكر مواظبة النبي ﷺ والمسلمين، وهو مما يدل على الوجوب. ولم يصرح بالوجوب كي لا يظن تحتمه كتحتم الفرائض. (3)

(1) تحفة الالمعی: ۴/۴۳۹ (2) درسِ ترمذی: ۲/۱۶۱

(3) تکملہ فتح الملهم: ۹/۴۵۷

عید الاضحیٰ کے دن بہترین عمل

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ما من عمل آدمی من عمل یوم النحر أحب اللہ من اھراق الدم، إنھا لتأتی یوم القیامة بقرونھا و أشعارھا و اظلافھا، و ان الدم لیقع من اللہ بمکان قبل أن یقع من الأرض فطیبوا بھا نفساً"۔ قال ابو عیسی: ھٰذا حدیث حسن غریب الخ. (1)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک عید الاضحیٰ کے دن سب سے پسندیدہ عمل جانور کی قربانی کرنا ہے۔ یہ قربانی قیامت کے دن، اپنے بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گی، اور یہ بہت ہی خوشی کی بات ہے کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے، اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دیا جاتا ہے، اس لیے خوش دلی سے قربانی کیا کرو۔

قربانی پر کیا ملے گا؟

(۳) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: یا رسول اللہ! ما ھذہ الاضاحی؟ قال: سنة ابیکم ابراھیم۔ قالوا: فما لنا فیھا یا رسول اللہ؟ قال: بکل شعرة حسنة۔ قالوا: فالصوف یا رسول اللہ؟ قال بکل شعرة من الصوف حسنة. (2)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارے جدِ اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔ انہوں نے عرض کیا: ان میں ہمیں کیا ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر بال کے بدلہ ایک نیکی۔ انہوں نے عرض کیا: اور اون میں؟ آپ صلی

(1) ترمذی: ۱۴۹۳، ابن ماجة: ۳۱۲۶، وفی الترغیب: ۱۶۱۹، وقال: صحیح الاسناد

(2) ابن ماجة: ۳۱۲۷، الترغیب و الترھیب: ۱۶۲۰، وقال الحاکم: صحیح الاسناد

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اون کے ہر بال کے بدلہ بھی ایک نیکی۔

قربانی کی اہمیت

(۴) حضرت براء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قال النبی ﷺ: ’’إن أول ما نبدأ به فی یومنا هذا أن نصلی، ثم نرجع فننحر، من فعله فقد اصاب سنتنا، و من ذبح قبل فإنما هو لحم قدمه لأهله لیس من النسک فی شیء‘‘۔ فقام ابو بردة بن نیار، وقد ذبح، فقال: ’’إن عندی جذعة‘‘۔ ’’أذبحها و لن تجزی عن أحد بعدک‘‘۔

قال مطرف، عن عامر، عن البراء: قال النبی ﷺ: ’’من ذبح بعد الصلاة تم نسکه، و أصاب سنة المسلمین‘‘. (1)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (عید الاضحیٰ کے دن) ارشاد فرمایا: ’’آج کے دن کی ابتداء ہم (عید کی) نماز سے کریں گے، پھر واپس آکر قربانی کریں گے۔ جو اس طرح کرے گا، وہ ہماری سنت کے مطابق کرے گا، لیکن جو شخص (نمازِ عید سے) پہلے ہی ذبح کر لے تو اس کی حیثیت صرف عام ذبیحہ کے گوشت کی ہے، جو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے تیار کر لیا ہے، وہ قربانی ہرگز نہیں‘‘۔ اس پر ابو بُردہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، اس لیے کہ انھوں نے نمازِ عید سے قبل ہی جانور ذبح کر لیا تھا-- انھوں نے عرض کیا کہ ’’میرے پاس ایک بکری، ایک سال سے کم کی ہے، کیا اب میں اس کی قربانی کر لوں؟‘‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’اس کی قربانی کر لو، لیکن یہ حکم صرف تمہارے لیے ہے، کسی اور کے ساتھ ایسا کرنا کافی نہ ہوگا‘‘۔

مطرف نے عامر کے واسطہ سے بیان کیا اور ان سے براء نے کہ نبی کریم صلی اللہ

(1) صحیح البخاری: ۵۵۴۵، وانظر: ۹۵۱، ۹۶۵، ۹۶۸، ۹۷۶، ۹۸۳، ۵۵۵۶، ۵۵۵۷، ۵۵۶۰، ۵۵۶۳، ۶۶۷۳، أخرجه مسلم: ۱۹۶۱

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے نمازِ عید کے بعد قربانی کی، اس کی قربانی پوری ہوگئی اور اس نے مسلمانوں کے طریق کے مطابق کیا''۔

چونکہ وہ ابتداءِ اسلام کا زمانہ تھا، احکام سے ناواقفیت تھی اور ایک جانور ناواقفی کی وجہ سے ذبح کر ہی چکے تھے، اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خصوصیت کے طور پر ان کو 'جذع' کی قربانی کی اجازت دے دی، لیکن ساتھ میں صراحت فرمادی کہ آئندہ تمہارے بعد کسی اور کے لیے جذع کی قربانی جائز نہیں۔

فقہاء نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر شہر میں ایک جگہ پر بھی عید کی نماز ہوگئی، تو اب قربانی کا وقت شروع ہوگیا۔ مثلاً: ایک شخص نے ایک جگہ نمازِ عید پڑھی، اس شخص کے لیے اس جگہ پر اپنی طرف سے قربانی کرنا اور دوسرے لوگوں کی طرف سے جنھوں نے ابھی نماز نہیں پڑھی قربانی کرنا جائز ہے، چاہے دوسری جگہوں پر ابھی نمازِ عید نہ ہوئی ہو۔ لیکن اگر ایک شہر میں نماز ہوجائے تو دوسرے شہر میں قربانی کرنا جائز نہیں، جس میں ابھی نماز نہ ہوئی ہو۔ (1)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دائمی عمل

(۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

أقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالمدينة عشر سنين يضحی"۔ قال ابو عيسیٰ: هذا حديث حسن. (2)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں دس سال قیام فرمایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال برابر قربانی کرتے تھے۔

شارحِ مشکوٰۃ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

---

(1) درسِ ترمذی: ۲/۱۶۴

(2) ترمذی: ۱۵۰۷، مشکاۃ المصابیح: ۱۴۷۵، جامع الاصول: ۱۶۲۵

أی کل سنة فمواظبة دلیل الوجوب۔ (1) و کذا فی تکملة فتح الملهم: وهذا یدل علی المواظبة وأن المواظبة صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من غیر ترک دلیل للوجوب. (2)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کام پر مداومت کرنا اور اس کا ترک بالکل ثابت نہ ہونا، وجوب کی دلیل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربانی کے جانور

(۶) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: کان یذبح أو ینحر بالمصلی. (3)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ منورہ میں) اونٹ یا کسی دوسرے جانور کی قربانی کیا کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنے دستِ مبارک سے قربانی

(۷) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أن رسول اللہ انکفأ الی کبشین اقرنین املحین فذبحهما بیده. (4)

ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں دو چتکبرے اور سینگ والے مینڈھوں کو اپنے دستِ مبارک سے قربان کیا۔

ازواجِ مطہرات کی طرف سے قربانی

(۱۰) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

(1) مرقاۃ المفاتیح: ۳/۵۷۷ (2) ۹/۴۵۶

(3) سنن النسائی: ۴۳۷۱

(4) بخاری: ۵۵۵۴، راجع: ۵۵۵۳، أخرجه مسلم: ۱۹۶۶ بزیادۃ

أن النبی ﷺ دخل علیها، وحاضت بسرف، قبل أن تدخل مکة، وهی تبکی، فقال: مالکِ أنفستِ؟ قالت: نعم، قال: إن هذا أمر کتبه الله علی بنات آدم فاقضی ما یقضی الحاج، غیر أن لا تطوفی بالبیت فلما کنا بمنی، أتیت بلحم بقر، فقلت: ماهذا؟ قالوا: ضحی رسول الله ﷺ عن أزواجه بالبقر. (1)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (حجۃ الوداع کے موقع پر) تشریف لائے۔ آپؓ مکہ معظّمہ میں داخل ہونے سے پہلے مقامِ سرف میں حائضہ ہوگئی تھیں......اس وقت آپؓ رو رہی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا بات ہے؟ کیا تمھیں حیض کا خون آنے لگا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: جی ہاں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی بیٹیوں کی تقدیر میں لکھ دیا ہے۔ تم حاجیوں کی طرح اعمالِ حج کرلو، صرف طوافِ کعبہ مت کرنا۔ پھر جب ہم منیٰ میں تھے تو ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا گیا، میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی ہے۔''

قربانی ہر سال واجب ہے

(۹) حضرت مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کنا وقوفاً عند النبی ﷺ بعرفة فقال: یایها الناس! إن علی کل أهل بیت فی کل عام أضحیة الخ. (2)

قال ابن اثیر: قال الترمذی: هذا حدیث حسن غریب۔ وقال الحافظ فی الفتح: رواه أحمد والأربعة بسند قوی۔ وقد احتج بهذا الحدیث من قال

(1) بخاری: ۵۵۴۸، راجع: ۲۹۴، أخرجه مسلم: ۱۲۱۱

(2) ابن ماجة: ۳۱۲۵، ابوداؤد: ۲۷۸۸، ترمذی: ۱۵۱۸، مسنداحمد: ۱۷۴۳۲، جامع الاصول: ۱۶۲۳

بوجوب الأضحية، وكذلک حديث "من وجد سعة الخ" رواه أحمد وابن ماجة والحاكم وغيرهم، وهو حديث حسن، وهذان الحديثان وما في معناهما حجة من قال بوجوب الاضحية. (1)

ہم لوگ عرفات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! بے شک ہر اہل خانہ پر ہر سال قربانی لازم ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ ہر صاحبِ نصاب کے ذمہ الگ الگ قربانی واجب ہے، ایک بکری سارے گھر والوں کی طرف سے کافی نہیں ہوسکتی۔ حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ "قربانی" ایک عبادت ہے اور عبادت ہر ایک انسان پر الگ الگ فرض ہوتی ہے۔ عبادت میں ایک آدمی دوسرے کی طرف سے قائم مقامی نہیں کرسکتا۔ جس طرح زکوٰۃ ہر صاحبِ نصاب پر الگ الگ فرض ہے، اسی طرح قربانی بھی ہر ایک پر الگ الگ واجب ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قربانی الگ فرماتے تھے اور ازواجِ مطہرات کی طرف سے الگ قربانی فرمایا کرتے تھے، جیسا کہ سابقہ حدیث میں گزرا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ایک قربانی سب کی طرف سے کافی نہیں۔ (2)

قربانی نہ کرنے پر وعید

(۱۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال: من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا. (3)

---

(1) جامع الاصول: ۲/۴۳۴ (2) درسِ ترمذی: ۲/۱۵۹

(3) ابن ماجة: ۳۱۲۳، المستدرک للحاکم: ۷۶۵۶، مسند أحمد: ۸۲۵۶، دارقطنی: ۴۷۱۷، الترغيب والترهيب: ۱۶۲۸

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو صاحب نصاب باوجود استطاعت کے قربانی نہ کرے، وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ پھٹکے۔یعنی وہ عید کی خوشیاں منانے کا مستحق نہیں۔

بعض محدثین نے اس روایت پر اعتراض کیا ہے کہ یہ روایت موقوف ہے اور مرفوع کے مقابلہ میں موقوف صحیح نہیں ہے، جبکہ اس روایت کا موقوف ہونا طے نہیں۔ نیز اس روایت کو امام حاکمؒ نے صحیح قرار دیا ہے۔قال المنذری: صححه الحاکم مرفوعاً هکذا، وموقوفاً، ولعله اشبه.(1)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

رجاله ثقات.(2)

وقال الزیلعی علیہ الرحمۃ: رجاله کلهم رجال الصحیین الا عبدالله بن عیاش القتبانی، فانه من أفرد مسلم.(3)

اس روایت کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

یہ بھی خیال رہے کہ رفع کی زیادتی ثقات کی جانب سے مقبول ہوتی ہے، ورنہ مرفوع وموقوف میں کوئی تعارض نہیں۔اس لیے کہ عین ممکن ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے کسی موقع پر مرفوعاً نقل کیا ہو اور دوسرے موقع پر فتویٰ دیا ہو، تو جس راوی نے جس وقت جو سنا ویسا ہی روایت کر دیا اور پھر اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ روایت موقوف ہی ہے، تب بھی یہ مرفوع کے حکم میں ہے، اس لیے کہ ایسی بات محض اپنی رائے سے نہیں کہی جاسکتی۔

---

(1) رقم: ۱۶۲۸

(2) فتح الباری: ۱۰/۳، تکملہ فتح الملھم: ۹/۴۵۶، کذا فی بلوغ المرام: صححه الحاکم، ورجح الائمة غیره وقفه: ۲۲۴

(3) نصب الرایة: ۴/۴۹۷، تکملہ فتح الملھم: ۹/۴۵۶

قال العثمانی رحمہ اللہ علیہ: الرفع زیادة والزیادة من الثقات مقبولة، ولا تعارض بین الوقف والرفع، لأنه یمکن أن یکون أبو هریرة رفعه مرة وأفتی به أخری فسمعه الأعرج من وجهین، ورواه کذلک فسمعه عبداللہ بن عیاش من وجهین ورواه کذلک، وسمعه جعفر وغیره من وجه واحد، فرووه کذلک، فلا وجه لرد المرفوع، ولو سلم الوقف فمثله لا یقال بالرأی، فیکون فی حکم المرفوع، فافهم.(1)

تلک عشرة کاملة

قربانی سے متعلق کثرت سے روایات وارد ہوئی ہیں، یہاں ہم نے مختصراً دس روایات پر اکتفاء کیا ہے، امید کہ اہلِ فہم کے لیے یہی کافی ہیں۔

ایک ضعیف روایت میں تو یہاں تک وارد ہوا:

قربانی؛ دوزخ کے درمیان حجاب

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: من ضحی طیبة نفسه محتسباً لأضحیة، کانت له حجاباً من النار.(2)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص دل کی خوشی کے ساتھ ثواب کی امید میں قربانی کرتا ہے، تو یہ قربانی اس کے لیے دوزخ سے آڑ ہو جاتی ہے۔

اختلاف محض لفظی ہے

ان روایات سے جہاں قربانی کے کئی اہم احکامات ثابت ہوتے ہیں، وہیں اس

---

(1) إعلاء السنن: ۱۶/۷۹۴۰

(2) أخرجه الطبرانی فی الکبیر: ۲۷۳۶، مجمع الزوائد: ۵۹۳۷، وقال الهیثمی: وفیه سلیمان بن عمر النخعی، وهو کذاب۔ کنزل العمال: ۱۲۱۵۴ عن الحسن بن علی، ۵/۸۵۱

کی اہمیت اور وجوب بھی بخوبی ثابت ہوتا ہے۔ اسی لیے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک قربانی سنت ہے اور حنفیہ کے نزدیک واجب۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبتِ تامہ کے ساتھ قربانی کی ہے اور جو استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرے اس کے لیے سخت وعید آئی ہے۔ نیز ائمہ ثلاثہ کے نزدیک قربانی اگرچہ سنت ہے، مگر یہ ایسی سنت ہے، جس کا ترک جائز نہیں اور اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ 'واجب' ایک فقہی اصطلاح ہے، اس کا درجہ فرض اور سنتِ مؤکدہ کے درمیان ہے، اور یہ اصطلاح احناف نے تجویز کی ہے۔ دوسرے ائمہ کے نزدیک یہ اصطلاح علی وجہ البصیرت نہیں ہے، کہیں کہیں استعمال کرتے ہیں، اس لیے یہ مرتبہ ان کے ذہنوں میں واضح نہیں۔ پس وہ تمام احکام جو دلائل کی رو سے واجب ہیں، ائمہ ثلاثہ ان کو اِدھر اُدھر کر دیتے ہیں، بعض کو فرض کے خانے میں رکھ دیتے ہیں، اور بعض کو سنت کے، ان کے یہاں واجب کا کوئی خانہ نہیں۔ مثلاً: صدقۃ الفطر کو ائمہ ثلاثہ فرض کہتے ہیں؛ اس لیے کہ حدیث میں لفظ 'فرض' آیا ہے اور وتر، عیدین اور قربانی کو سنت کہتے ہیں، کیونکہ ان سے متعلق احادیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں آیا، اور احناف ان چاروں کو یعنی صدقۃ الفطر، وتر، عیدین اور قربانی کو واجب کہتے ہیں۔ پس قربانی کو واجب کہا جائے یا سنت؛ قربانی کرنا بالاتفاق ضروری ہے، اس لیے یہ اختلاف محض لفظی ہے، حقیقتِ وجوب کے سب قائل ہیں۔ (1)

حنفیہ کا مستدل

ائمہ ثلاثہ جو فرماتے ہیں کہ قربانی سنت ہے اور ان روایات سے استدلال کرتے ہیں، جن میں اُضحیہ کے ساتھ سنت کا لفظ وارد ہوا ہے، حنفیہ ان روایات کے جواب میں یہ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات سنت کا لفظ واجب کے لیے بول دیا جاتا ہے، جیسے

(1) ماخوذ من تحفۃ الالمعی: ۹/۴۳۹-۴۴۰

ختنہ کرنے کو سنت کہا گیا ہے، حالانکہ ختنہ کرنا واجب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ''سنت'' کا لفظ بعض اوقات واجب کو بھی شامل ہوتا ہے، اس لیے قربانی کو واجب کہا جائے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دس سال مدینہ منورہ میں رہے اور ہر سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی فرمائی، کوئی سال ایسا نہیں گزرا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی نہ کی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ قربانی واجب ہے۔ (1)

نیا پروپیگنڈہ

ہمارے دور میں منکرینِ حدیث نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ یہ قربانی تو فضولی چیز ہے اور اصل تو قربانی کی مشروعیت اس لیے تھی کہ چونکہ حج کے موقع پر بہت لوگ جمع ہو جاتے تھے اور ان کے کھانے پینے کا انتظام نہیں ہو پاتا تھا، اس لیے حج کے موقع پر قربانی مشروع کی گئی تھی، تاکہ حاجیوں کے کھانے پینے کا انتظام ہو جائے۔ لہٰذا دوسرے لوگ جو مکہ مکرمہ کے علاوہ دوسرے شہروں میں مقیم اور آباد ہوں ان پر قربانی واجب نہیں اور منکرینِ حدیث یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں ایسا بے عقلی کا حکم نہیں ہو سکتا کہ کروڑوں روپے کی دولت خون کی شکل میں نالیوں میں بہا دی جائے، کیونکہ ایک دن میں ہزارہا جانور ذبح کیے جاتے ہیں۔ (2)

قربانی کا مقصد

جب انسان کے دماغ پر ہر وقت مادّے اور پیسے کا غلبہ ہو تو وہ ایسی بے تکی باتیں کیا کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قربانی کا تو مقصود ہی یہ ہے کہ انسان کو اس بات کا عادی

---

(1) درسِ ترمذی: ۲/۱۶۱ والتفصیل فی مغنی المحتاج: ۴/۲۸۲، فتح القدیر: ۸/۴۲۵، المغنی لابن قدامۃ: ۸/۶۱۷

(2) درسِ ترمذی: ۲/۱۶۲

بنایا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آجانے کے بعد وہ اس میں مادی منافع تلاش نہ کرے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو جائے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کا جو حکم دیا، اس کو عقل کی کس میزان میں تولا جائے کہ کوئی باپ اپنے معصوم بیٹے کو ذبح کرے۔ یہ بات عقل میں نہیں آتی، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس حکم کو تسلیم کیا اور اسی تسلیم کو قرآن کریم نے فرمایا:

{ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝۱۰۳ } (1)

معلوم ہوا، اسلام اس کا نام ہے کہ آدمی اپنے آپ کو اس حکم کے آگے جھکا دے، چاہے وہ (حکم اس آدمی کی) عقل میں آئے یا نہ آئے۔ اور جب تک انسان کے اندر یہ جذبہ پیدا نہیں ہوتا، انسان، انسان نہیں بنتا، بلکہ وہ جانور اور درندہ رہتا ہے، جیسے آج کل ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر جھکانے کا جذبہ دل میں نہیں ہے، اس جذبے کو پیدا کرنے کے لیے قربانی مشروع کی گئی ہے۔ اب اگر کوئی شخص قربانی کرنے میں حساب کتاب لگانا شروع کر دے اور معاشی فوائد تلاش کرنا شروع کر دے اور مادی منفعت تلاش کرنا شروع کر دے، تو یہ قربانی کے اصل فلسفہ ہی سے جہالت اور ناواقفیت کا نتیجہ ہے، جبکہ بذات خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے قیام کے دوران ہر سال قربانی فرمائی ہے۔ (2)

بعض اشکالات اور ان کے جوابات

'واجب' اور 'سنت' کے متعلق کافی تفصیل گذشتہ صفحات میں گزر چکی، یہاں مزید عرض کیا جاتا ہے کہ قربانی کے متعلق جو لفظِ 'سنت' استعمال ہوا ہے، اس سے مراد وہ

(1) سورۂ صافات: ۱۰۳

(2) درسِ ترمذی: ۱۶۱-۱۶۲/۲، وانظر تکملہ فتح الملہم: ۹/۴۵۴

راستہ اور طریقہ ہے جس پر شریعت میں عمل کیا جاتا ہے۔

قال الکاسانی علیہ رحمۃ اللہ: وقوله: هي لكم سنة أن ثبت لا ينفي الوجوب إذ السنة تنبئ عن الطريقة أو السيرة وكل ذلك لا ينفي الوجوب. (1)

یعنی سنت سے مراد الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین ہے، جو کہ عام ہے، خواہ وہ طریقہ واجب ہو یا غیر واجب۔

کیا قربانی صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر واجب تھی؟

عدمِ وجوب کے قائلین یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا تھا:

ثلاث هن علی فرائض وهن لكم تطوع: النحر، والوتر، وركعتا الضحى. (2)

تین کام ایسے ہیں، جو مجھ پر تو فرض ہیں، لیکن تم لوگوں پر فرض نہیں: (۱) قربانی (۲) نمازِ وتر اور (۳) نمازِ ضحیٰ۔

اول؛ تو یہ حدیث تمام سندوں سے ضعیف ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

وهو حديث ضعيف، أخرجه أحمد وأبو يعلى والطبراني والدارقطني، وصححه الحاكم فذهل. (3)

دوم؛ یہ کہ ہم بھی اسی کے قائل ہیں کہ قربانی فرض نہیں، بلکہ واجب ہے اور فرض و واجب میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

وأما الحديث: فنقول بموجبه أن الأضحية ليست بمكتوبة علينا ولكنها واجبة، وفرق ما بين الواجب والفرض كفرق ما بين السماء والأرض على ما

(1) بدائع الصنائع: ۴/۱۹۴

(2) دارقطنی: ۱۶۱۵، أخرجه أحمد: ۱/۲۳۱، والحاکم: ۱/۳۰۰، عن أبی جناب به، قلت: أبو جناب هو يحيىٰ بن أبي حية: ضعفوه لكثرة تدليسه، التقريب: ۲/۳۴

(3) فتح الباری: ۱۰/۴، تکملہ فتح الملهم: ۹/۴۵۷

عرف فی أصول الفقه. (1)

جیسا کہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

ولنا أن نقول المراد الكتابة الفريضة، ونحن لا نقول به إذ مرتبة الوجوب دون الفرض عندنا. (2)

احناف بھی قربانی کی فرضیت کے قائل نہیں، بلکہ وجوب کے قائل ہیں۔ فرض سے وجوب کا درجہ کم ہے۔

حضرات شیخینؓ قربانی کیوں نہیں کرتے تھے؟

بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ روایت منقول ہے کہ وہ وجوب کے قائل حضرات کے قول سے کراہت کرتے ہوئے قربانی نہیں کرتے تھے۔ (3)

حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کو بیت المال سے ملنے والا وظیفہ نہایت قلیل تھا، جب کہ نصاب کا مالک ہونا قربانی واجب ہونے کے لیے شرط ہے۔

قال الكاساني: وأما حديث سيدنا ابی بكر وسيدنا عمر رضی اللہ عنهما أنهما كانا لايضحيان السنة والسنتين لعدم غناهما لما كان لا يفضل رزقهما الذی كان فی بيت المال عن كفايتهما والغنی شرط الوجوب فی هذا النوع. (4)

ایک اہم سوال وجواب

فتاویٰ رحیمیہ میں قربانی کے وجوب کے سلسلہ میں ایک اچھا سوال وجواب ہے، موقع کی مناسبت سے اسے بھی یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

---

(1) بدائع الصنائع: ۴/۱۹۴
(2) مرقاۃ المفاتیح: ۳/۵۸۱
(3) فقہ الحدیث: ۲/۴۶۵
(4) بدائع الصنائع: ۴/۱۹۴

سوال: ایک صاحب کا قول ہے کہ ''قربانی واجب نہیں، محض سنت ہے'' اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''جو کوئی ذی الحجہ کا چاند دیکھے اور اس کا ارادہ قربانی کا ہو، تو وہ اپنے بال، ناخن، تا وقت یہ کہ قربانی کر لے...... نہ کاٹے۔ ' قصد و ارادہ ہو' یہ لفظ بتلاتا ہے کہ قربانی واجب نہیں صرف سنت ہے۔ کیا یہ دلیل برابر (درست) ہے؟

جواب: قربانی محض سنت نہیں، واجب ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جو صاحبِ نصاب مستطیع ہو (یعنی قربانی کی استطاعت رکھتا ہو) اور قربانی نہ کرے، وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔ (1) یعنی جو کشائش پائے اور قربانی نہ کرے، وہ ہماری عیدگاہ کے پاس (بھی) نہ پھٹکے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قربانی واجب ہے۔ باقی رہا یہ کہ حدیث شریف میں لفظ ''اراد'' آیا ہے، تو یہ ایک محاورہ ہے، اور عام بول چال ہے۔ (یہ وجوب کے خلاف نہیں) حج کے لیے بھی یہ لفظ آیا ہے۔ حدیث میں ہے: '' **من أراد الحج فليتعجل**''. یعنی ''جو حج کا ارادہ کرے، تو چاہیے ک جلدی کرے''۔ (2) تو کیا حج بھی سنت ہے؟ فرض نہیں؟ خلاصہ یہ کہ قربانی واجب ہے، محض سنت نہیں۔ (3)

اللّٰھم ارنا الحق حقاً و ارزقنا اتباعه، و ارنا الباطل باطلاً و ارزقنا اجتناه

ندیم احمد انصاری عفا اللہ عنہ

خادم الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا

و مدرسہ نورِ محمدی، ممبئی

۷ / ذی قعدہ، ۱۴۳۴ھ الموافق ۱۴ / ستمبر، ۲۰۱۳ء

---

(1) ابن ماجة: ۲۳۲ (2) مشکاۃ، ص: ۲۲۲

(3) فتاویٰ رحیمیه: ۱۰/۳۶ ترتیب صالح

مصادر ومراجع

(۱) القرآن الکریم۔
(۲) الدر المنثور، للامام جلال الدین السیوطی علیہ الرحمۃ
(۳) تفسیر جلالین لجلال الدین السیوطی علیہ الرحمۃ۔
(۴) تفسیر ابن کثیر لعماد الدین ابن کثیر علیہ الرحمۃ۔
(۵) روح المعانی للآلوسی علیہ الرحمۃ۔
(۶) مدارک التنزیل للنسفی علیہ الرحمۃ۔
(۷) تفسیر المظہری لقاضی ثناء اللہ بانی بتی علیہ الرحمۃ۔
(۸) الجامع لأحکام القرآن للقرطبی علیہ الرحمۃ۔
(۹) أحکام القرآن للجصاص علیہ الرحمۃ۔
(۱۰) اشرف التفاسیر للتھانوی علیہ الرحمۃ۔
(۱۱) معارف القرآن، للعثمانی۔
(۱۲) گلدستۂ تفاسیر لابن القیوم علیہ الرحمۃ۔
(۱۳) انوار البیان لعاشق الٰھی بلندشہری علیہ الرحمۃ۔
(۱۴) صحیح مسلم للامام مسلم بن الحجاج النیسابوری۔
(۱۵) سنن أبی داود، للامام سلیمان بن الاشعث السجستانی۔
(۱۶) سنن أبی داود، تحقیق: للألبانی، مکتبۃ المعارف، الریاض۔
(۱۷) سنن الترمذی، للامام محمد بن عیسیٰ الترمذی علیہ الرحمۃ۔
(۱۸) سنن ابن ماجہ، للامام محمد بن یزید القزوینی علیہ الرحمۃ۔
(۱۹) المعجم الکبیر للامام أبی القاسم سلیمان بن أحمد

الطبرانی علیہ الرحمۃ

(۲۰) مجمع الزوائد و منبع الفوائد للحافظ الھیثمی علیہ الرحمۃ، دار الفکر

(۲۱) جمع الفوائد، للامام محمد بن سلیمان العربی۔

(۲۲) الترغیب و الترھیب للحافظ زکی الدین المنذری، مکمل۔

(۲۳) جامع الاصول فی أحادیث الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، للحافظ مجد الدین الجزری علیہ الرحمۃ

(۲۴) المسند أحمد ابن حنبل۔

(۲۵) سنن الدار قطنی للدار قطنی علیہ الرحمۃ

(۲۶) مشکاۃ المصابیح للتبریزی علیہ الرحمۃ

(۲۷) کنز العمال للشیخ علی متقی علیہ الرحمۃ

(۲۸) درسِ ترمذی، للشیخ العثمانی علیہ الرحمۃ

(۲۹) تحفۃ الألمعی للبالنبوری علیہ الرحمۃ

(۳۰) تکملۃ فتح الملھم للعثمانی۔

(۳۱) فتح الباری لابن الحجر علیہ الرحمۃ

(۳۲) بلوغ المرام۔

(۳۴) مرقاۃ المفاتیح، لملا العلی القاری علیہ الرحمۃ

(۳۵) نصب الرایۃ۔

(۳۶) شرح المھذب للنووی علیہ الرحمۃ

(۳۷) شرح مسلم للنووی علیہ الرحمۃ

(۳۸) المغنی لابن القدامۃ علیہ الرحمۃ

(۳۹) اعلاء السنن، للشیخ ظفر أحمد عثمانی علیہ الرحمۃ۔
(۴۰) معارف الحدیث للنعمانی علیہ الرحمۃ۔
(۴۱) خلاصۃ الفتاویٰ للطاہر علیہ الرحمۃ۔
(۴۲) الہدایہ للمرغینانی علیہ الرحمۃ۔
(۴۳) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق۔
(۴۴) بدائع الصنائع للکاسانی علیہ الرحمۃ۔
(۴۵) البحر الرائق لابن نجیم المصری علیہ الرحمۃ۔
(۴۶) الدر المختار۔
(۴۷) فتاویٰ شامی للعلامۃ ابن عابدین الشامی علیہ الرحمۃ، مکتبہ زکریا۔
(۴۸) فتاویٰ الہندیۃ۔
(۴۹) فتاویٰ قاضی خان۔
(۵۰) فتاویٰ سراجیۃ۔
(۵۱) العبادات فی الاسلام۔
(۵۲) أحسن الفتاویٰ لرشید أحمد لدھیانوی علیہ الرحمۃ۔
(۵۳) فتاویٰ رحیمیہ جدید، للشیخ عبد الرحیم لاجفوری علیہ الرحمۃ۔
(۵۴) بہارِ شریعت لأمجد بریلوی علیہ الرحمۃ۔
(۵۵) قانون شریعت۔
(۵۶) فقہ الحدیث۔
(۵۷) معجم مفردات القرآن۔
(۵۸) کتاب التعریفات۔

□ □ □